ممبران کیلئے

لیبر ایجوکیشن

LEF

مئی 2011ء | لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا ماہانہ نیوز لیٹر | اشاعت نمبر 69

اس شمارے میں

☆ اداریہ
☆ جدوجہد رنگ لاتی ہے
☆ تھانہ گوالمنڈی کے پولیس افسران کی غنڈہ گردی اور تشدد
☆ ہوم بیسڈ مزدور عورت
☆ ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن گھر مزدوروں کے حقوق کی جدوجہد کو جاری رکھے گی
☆ یکم مئی 2011 کا عہد
☆ نوجوانوں کی سمت
☆ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی چوتھی کانگریس کا انعقاد کیا گیا
☆ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے عالمی سلور روز ایوارڈ جیت لیا

رابطہ
لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن
25-A ڈیوس روڈ، لاہور
فون: 042-36303808 فیکس: 042-36271149
ای میل: lef@lef.org.pk ویب سائٹ: www.lef.org.pk
کراچی آفس: کمرہ نمبر 404، مشرق سنٹر، بلاک نمبر 14 گلشن اقبال، کراچی
فون: 021-7075324

اداریہ

125 ویں یوم مئی کا پیغام

تبدیلی کا راستہ صرف مسلسل اور منظم مزدور مزاحمت میں پوشیدہ ہے

عالمی محنت کش تحریک میں یکم مئی 1886ء کو امریکہ کے شہر شکاگو کی "ہے مارکیٹ" میں بلند ہونے والے، مزاحمت کے سرخ علم نے انسانی تاریخ میں جدوجہد اور لازوال قربانیوں کا جو باب رقم کیا ہے اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس دن نے سرمایہ کی بالادستی کے خلاف محنت کی عظمت کی تاریخی جنگ کو ایک نیا موڑ دیا۔ پچھلے 125 برسوں کی تاریخ دنیا بھر کے محنت کشوں کی لازوال قربانیوں اور فتوحات سے بھری پڑی ہے۔ آج کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو سرمایہ داری کے بحران نے محنت کش طبقے کو غربت افلاس بیماری بے روزگاری، جنگ خون اور بے انصافی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ محنت کشوں کی زندگیوں اور کام کے حالات کار آج بھی ویسے بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں جن حالات کے خلاف یکم مئی کے شہداء نے خون سے پرچم سرخ کیا تھا۔

غیر ملکی مالیاتی اداروں کی ایماء پر جاری پالیسیوں کی وجہ سے اشیاء خورد و نوش، تعلیم، صحت، ٹرانسپورٹ، ایندھن جیسی بنیادی انسانی ضروریات سے ریاستی سبسڈی ختم کر کے عوام کی قوت خرید کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عام مزدور کی حقیقی تنخواہوں میں اضافے کی بجائے 100% سے زائد کمی واقع ہو چکی۔

آج بھی پاکستان کی نصف سے زائد آبادی ان پڑھ ہے جب کہ آبادی کا بڑا حصہ پینے کے صاف پانی اور رہائش کی سہولت سے محروم ہے۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری، بے لگام افراط زر اور اجرتوں میں حقیقی کمی کے رجحان نے کروڑوں عورتوں کو محنت کی منڈی میں کم اجرتی مزدور کے روپ میں لا کھڑا کیا ہے، تا کہ وہ اپنے خاندانوں کو مزید فاقہ کشی سے بچا سکیں۔ غیر منظم شعبے میں اس وقت پونے دو کروڑ سے زائد عورتیں پیداواری عمل میں حصہ لے رہی ہیں لیکن ہر قسم کے قانونی حقوق سے محروم ہیں، جن میں ایک کروڑ بیس لاکھ گھر مزدور عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نئے لیبر قوانین میں گھر مزدور عورتوں کو قانوناً ورکر تسلیم کیا جائے اور زراعت کے شعبے سے وابستہ مزدوروں کو لیبر قوانین کے دائرے میں لا کر انہیں وہ تمام حقوق دیے جائیں جو منظم شعبے کے مزدوروں کو قانوناً حاصل ہیں۔ جب کہ زراعت سے وابستہ کروڑوں زرعی مزدور بھی محنت کشوں کا وہ حصہ ہیں جو ہر قسم کے قانونی تحفظ سے محروم ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو منظم صنعتی اداروں میں بھی صورتحال نہایت مخدوش ہے۔ غیر منظم شعبے میں کوئی قانون لاگو ہی نہیں ہوتا مگر منظم شعبہ میں صرف 4% مزدوروں کے پاس تقرر نامہ اور یونینز سازی کے حق سے بہرہ مند ہو رہے ہیں جبکہ 94% سے زائد منظم شعبہ کے مزدور برسوں فیکٹریوں کارخانوں میں اپنی تمام محنت صرف کرنے کے باوجود کسی بھی لیبر عدالت یا سماجی تحفظ کے ادارے میں خود کو مزدور ثابت کر کے حق حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ قانون کی کتابوں میں درج مزدور حقوق پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس مجرمانہ عمل میں لیبر ڈیپارٹمنٹ اور مالکان برابر کے شریک ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستان اب تک بین الاقوامی ادارہ محنت کے 34 کنونشنز کی توثیق کر چکا ہے مگر ان کی روشنی میں مزدوروں کے لئے کوئی مراعات عملاً موجود نہیں ہیں۔

ان حالات میں یہ نہایت ہی خوش آئند تبدیلی ہے کہ پورے معاشرے میں جبر و استبداد و ناانصافی کے خلاف جاری تحریکیں غیر محسوس طریقہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑتی چلی جا رہی ہیں۔ ہر تحریک دوسری تحریک سے تقویت لے رہی ہے اور تقویت دے رہی ہے۔ وہ وقت قریب ہے جب انہیں تحریکوں، احتجاجوں اور مزاحمتی چنگاریوں سے انقلابی شعلہ بھڑکے گا اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی نظام سرمایہ داری جاگیرداری کو اکھاڑ پھینکے گا۔

جدوجہد رنگ لاتی ہے

نئی یونین کی رجسٹریشن اور مزدوروں کی شاندار کامیابی اور جدوجہد کی نئی مثال جو پاکستان بھر کے مزدوروں کیلئے روشنی کی کرن ثابت ہوگی

رپورٹ: شمائلہ اشرف

ٹریڈ یونین مزدوروں کا بنیادی و قانونی حق ہے۔ ٹریڈ یونین کی آزادی کی باتیں تو حکومتی سطح پر بہت کی جاتی ہیں مگر عملاً یہ آزادی سلب اور یونین سازی پر عملاً پابندی ہے جس ادارے میں بھی مزدور اپنا آئینی اور قانونی حق استعمال کرتے ہوئے یونین بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگلے روز ہی ان مزدوروں کیلئے فیکٹریوں کے گیٹ بند اور بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان بھر میں مزدوروں کی اکثریت یونین سازی، تنظیم سازی کے عمل سے باہر ہے۔

اپنے بنیادی و قانونی حقوق سے محروم رہنے کا بنیادی سبب بھی یہی ہے۔ جہاں کہیں بھی مزدوروں نے منظم ہوکر اپنے حقوق کیلئے آواز بلند کی کسی نہ کسی حد تک اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دوسری طرف حکومت اور متعلقہ ادارے مزدوروں کو تحفظ دینے اور صنعت کاروں کے مزدور دشمن اقدامات روکنے میں بری طرح ناکام ہوچکے ہیں مگر ان حالات میں فیصل آباد میں لیبر قومی موومنٹ نے لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی معاونت سے مزدوروں میں یہ شعور اجاگر کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہی ہے کہ بغیر تنظیم اور جدوجہد کے حقوق کا حصول ناممکن ہے۔ آج فیصل آباد کے بیشتر اداروں کے مزدور پاور لومز مزدوروں کے ساتھ ساتھ لیبر قومی موومنٹ کے ممبرز ہیں۔ آج سے دوسال قبل کمال فیبر کس لمیٹڈ جھنگ روڈ کے مزدوروں نے لیبر قومی موومنٹ کی معاونت سے ادارہ ہذا میں کمال ورکرز یونین کے نام سے ایک یونین رجسٹرڈ کرائی اور سی بی اے سرٹیفکیٹ بھی حاصل کیا۔ جب یونین نے چارٹرڈ آف ڈیمانڈ دیکر ملز انتظامیہ سے میٹنگ شروع کی تو ادارہ کی انتظامیہ نے پولیس بلاکر دھاوا بول دیا جس پر لیبر قومی موومنٹ کے دیگر سیکٹرز کے مزدور بھی موقع پر پہنچ گئے اور تقریباً 8 گھنٹے تک روڈ بلاک کر کے احتجاج کرتے رہے اور پولیس کی لاٹھیوں اور گولیوں کا سامنا کرتے رہے جب ریاستی جبر کی انتہاء ہوگئی تو مزدوروں کے حوصلے پست کرنے کیلئے جھوٹے مقدمات کا اندراج کیا گیا اور تیس مزدور جن میں ضلعی صدر لیبر قومی موومنٹ رانا طاہر سمیت گرفتار کرلئے گئے اور باقی 1300 نامعلوم افراد کے گھروں میں پولیس چھاپے شروع ہوگئے بعدازاں معاملہ حل ہونے کے بعد لیبر قومی موومنٹ کے مسلسل رابطہ اور ملز کے مزدوروں کو سروس اور تربیتی ورکشاپس کے ذریعے انقلابی سوچ اور بیداری کی وجہ سے مزدوروں نے اپنے حقوق کیلئے پھر آواز اٹھانا شروع کی جس کے نتیجے میں 12 اپریل ادارہ ہذا میں ورکرز کی اتحاد ورکرز یونین کے نام سے دوسری یونین رجسٹرڈ کرادی ہے۔ یاد رہے کہ پہلی یونین کے ممبران کو فیکٹری مالکان نے ڈرا دھمکا اور لالچ دیکر اپنے ساتھ ملا لیا تھا مگر دوسری ورکرز کی حقیقی یونین رجسٹرڈ ہوتے ہی ایک بار پھر ملز اور انتظامیہ حتمی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے مزدور دشمنی کا ثبوت فراہم کر رہی ہے مگر لیبر قومی موومنٹ اور فیکٹری مزدور اپنے اصولی اور حقیقی مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جدوجہد ضرور رنگ لاتی ہے۔ جس طرح شکاگو کے شہداء نے 125 سال قبل مزدور حقوق کیلئے قربانیاں دیں آج مزدور پوری دنیا میں ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اس طرح آج لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن جو مزدوروں میں سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کے حصول کیلئے تربیتی ورکشاپس سیمینارز اور لٹریچر کے ذریعے شعور پیدا کررہی ہے اور لیبر قومی موومنٹ جدوجہد کی نئی نئی مثالیں قائم کررہی ہے ہمیں پختہ یقین ہے کہ ایک دن آئے گا جب مزدور اپنے بنیادی و قانونی حقوق کے ساتھ ساتھ لیبر پارٹی جو خالصتاً مزدوروں کی سیاسی جماعت ہے۔ اس کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوکر مزدور کسان راج قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہونگے۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ لیبر پارٹی پاکستان ماضی کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے پاکستان بھر میں مزدوروں، کسانوں، طلباء اور خواتین حقوق کیلئے چلنے والی ہر تحریک کا ساتھ دیتے ہوئے سیاسی پلیٹ فارم پر بھی منظم کرنے کا فریضہ ادا کرے یہی وہ راستہ ہے جو پاکستان کے محروم طبقات کی نجات کا راستہ ہے۔ ☆☆☆

یہ "ناسماج" تمہارا ہے نہ ہمارا ہے

مشتاق علی شان

عذاب دیدہ وری نے ہمیں سنوارا ہے
کہ اپنے عہد کا غم شعر میں اتارا ہے
سخن شناس شہر کو کہاں گوارا ہے
مری غزل میں جو شب کا یہ استعارہ ہے
زمیں کے باسیوں پہ چرخ کا اجارہ ہے
مرا سماج بھی کن فلسفوں کا مارا ہے
محاذ جنگ سے بیٹا نہ لوٹ کر آیا
ضعیف ماں نے بہت دیر تک پکارا ہے
خود اپنے گھر میں ہی رسوائیوں کا چرچا کیوں
نظام زر کا اگر اوج پہ ستارہ ہے
رگوں رگوں میں ہے محرومیوں کا زہر بھرا
یہ "ناسماج" تمہارا ہے نہ ہمارا ہے
ردائے شب نے کیا جذب روشنی کا لہو
یہ اور بات کہ یہ آخری نظارہ ہے

☆☆☆

تھانہ گوالمنڈی کے پولیس افسران کی غنڈہ گردی اور تشدد

آل پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف فیڈریشن رجسٹرڈ پاکستان کے چاروں صوبوں میں قائم ہے یہ شمالی علاقہ جات میں بھی یکساں طور پر بیمار اور دکھی انسانیت کی خدمت کر رہی ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب نے میو ہسپتال میں موٹر سائیکلوں کی پارکنگ بالکل فری کی ہوئی ہے۔ موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں کو ٹوکن دینے کے لئے ہر شفٹ میں تین ملازم میو ہسپتال انتظامیہ اور دو پولیس ملازمین تعینات کئے گئے ہیں تاکہ اس عمل کو شفاف بنایا جا سکے۔ تقریباً 2 ہفتے قبل کسی ایس پی کے عزیز کی موٹر سائیکل چوری ہوگئی تو اس نے اپنے اثر و رسوخ کے ساتھ بلا جانچ پڑتال اور تفتیش کے میو ہسپتال کے تین ملازموں منیر، نثار اور غلام شبیر کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دی جبکہ میو ہسپتال کے ملازمین کے ساتھ ٹوکن ڈیوٹی پر تعینات پولیس ملازمین کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کی گئی۔ ڈی ایس پی گوالمنڈی نے انہیں بچا لیا۔

پارکنگ کیلئے جاری ہونے والے ٹوکن پر واضح لکھا ہے کہ مالک اپنی گاڑی کی حفاظت خود کرے۔ (گاڑی اپنی ذمہ داری پر کھڑی کریں) چوری ہونے کی صورت میں انتظامیہ ذمہ دار نہ ہوگی۔ اس کے باوجود بلا جانچ پڑتال میو ہسپتال کے ملازمین پر جھوٹا مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ ڈی ایس پی آصف جاوید کمانڈو اور انسپکٹر انوسٹی گیشن رانا محمد رمضان نے ہمیں واضح طور پر کہا کہ مدعی کسی ایس پی کا رشتہ دار ہے۔ ہم مجبور ہیں اور دباؤ میں ہیں آپ لوگ رقم اکٹھی کر کے (چاہے چندہ لیکر ہی کریں) مدعی کو موٹر سائیکل کے پیسے دے کر اپنی جان چھڑائیں۔

ایف آئی آر درج ہونے کے بعد انوسٹی گیشن پولیس کو ایف آئی آر میں درج ملازمین کو پیش کرنے کیلئے پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف فیڈریشن رجسٹرڈ میو ہسپتال کا صدر چوہدری ظفر اقبال گجر تھانہ گوالمنڈی گیا تو انسپکٹر رانا رمضان نے اے ایس آئی رمضان کے ہمراہ مدعیوں کی موجودگی میں پیرامیڈیکل سٹاف کے ملازمین کو تھپڑ مارنا شروع کر دیئے اور پیرامیڈیکل سٹاف میو ہسپتال کے صدر ظفر اقبال گجر کو بھی گریبان سے پکڑ کر تھپڑ مارے اور دھکیلتے ہوئے لے جا کر حوالات میں بند کر دیا موبائل فون بھی چھین لیا۔ مدعیوں کو کہا کہ اس کے خلاف بھی لکھ کر دیں کہ یہ ان کی پشت پناہی کرتا ہے جبکہ ظفر اقبال کے خلاف پاکستان کے کسی بھی تھانہ میں اس وقت تک نہ تو کوئی رپٹ درج ہے اور نہ ہی ایف آئی آر۔ یہ انسپکٹر رانا محمد رمضان اور اے ایس آئی رمضان کا اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال غیر قانونی ہتھکنڈہ، کھلے عام تھانے کے اندر غنڈہ گردی اور انسانی حقوق کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ پولیس کا فرض شریف شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرنا اور اخلاقیات کا مظاہرہ کرنا ہے مگر گوالمنڈی پولیس کھلے عام محکمہ صحت کے ملازمین کے جھوٹی ایف آئی آر درج کر کے تشدد کا نشانہ بنا رہی ہے۔

ڈی ایس پی نے کہا کہ اُس نے تو تھپڑ مار کر حوالات میں بند کیا ہے
اس کی جگہ پر میں خود ہوتا تو دہشت گردی کا پرچہ دے کر سیدھا جیل بھیج دیتا

رانا محمد رمضان نے اس سے قبل بھی تھانہ نولکھا میں 4 افراد کو غیر قانونی طور پر حوالات میں بند کر دیا ہوا تھا جس کی اطلاع ڈی آئی جی آپریشن راؤ سردار کو ہوگئی تو انہوں نے تھانہ نولکھا میں چھاپہ مار کر رانا محمد رمضان کی قید سے غیر قانونی طور پر بند 4 افراد کو رہائی دلائی اور رانا رمضان کو معطل کر دیا مگر اپنے اثر و رسوخ کے باعث یہ دوبارہ بحال ہو کر تھانہ گوالمنڈی تعینات ہوگیا۔

پاکستان پیرامیڈیکل سٹاف فیڈریشن نے اس کی شکایت ڈی ایس پی تھانہ گوالمنڈی آصف جاوید کمانڈو سے کی۔ ڈی ایس پی نے کہا کہ اُس نے تو تھپڑ مار کر حوالات میں بند کیا ہے۔ اس کی جگہ پر میں خود ہوتا تو دہشت گردی کا پرچہ دے کر سیدھا جیل بھیج دیتا۔ ساتھ ہی اپنے ماتحتوں کو کہا کہ اس کے پیچھے میو ہسپتال کا جو ملازم بھی آتا ہے اُس کو بھی حوالات میں بند کر دو۔

آئی جی پنجاب کہتے ہیں کہ میں تھانہ کلچر تبدیل کر دوں گا یہاں پر شریف شہریوں کی داد رسی کی جائے گی اور پولیس افسران تھانوں کے باہر بیٹھ کر عوام کی فریاد سنیں گے۔ ہم آئی جی پنجاب سے کہتے ہیں کہ آپ تھانہ کلچر کو تبدیل نہ کر سکے تو اب عوام کو تھانوں کے متبادل جگہ تو بتا دیں جہاں عوام بلا خوف و خطر جا کر اپنی جان و مال کا تحفظ مانگ سکیں۔

☆☆☆

ہر شے کی قیمت ہے مجھ سے میں پھر بھی کیوں بے قیمت ہوں

طلعت رباب

محنت کشوں کے 125ویں عالمی دن کے موقع پر پوری دنیا کے محنت کش سرمایہ دارانہ نظام کے بدترین استحصال کا شکار ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کے باوجود اسکی منافع کمانے کی سوچ نے ہر محنت کش کو مارکیٹ کا غلام بنا دیا ہے۔ منافع کمانے کی دوڑ نے استحصال اور لوٹ مار کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اس نے غربت وافلاس، بیروزگاری کیساتھ ساتھ سماجی ابتری میں اضافے سے پورے سماج کو پستیوں کی طرف دھکیل دیا ہے۔ بین الاقومی سطح پر سرمایہ میں اضافے کے لالچ نے محنت کش طبقے کو ایسے چیلنجز کا شکار کر دیا ہے کہ وہ اپنے ان تمام حقوق سے محروم ہوتا جا رہا ہے جو اس نے صدیوں پر محیط جدوجہد اور قربانیوں سے حاصل کئے تھے۔

سرمایہ داری نظام کی اس دوڑ نے نہایت منصوبہ بند طریقہ سے پیداواری عمل کو کنٹرول کرتے ہوئے منظم شعبے سے غیر منظم شعبے کی طرف منتقل کرنا شروع کر دیا ہے۔ منظم اور رسمی شعبہ جو قانونی دائرہ کار میں آتا ہے کے تحت محنت کشوں کو مقامی قوانین کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قوانین کے مطابق ان کے حقوق کی فراہمی کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس غیر رسمی یا غیر منظم شعبے میں محنت کشوں کو ان تمام حقوق اور مراعات سے محروم رکھا جاتا ہے۔ انہیں اس حد تک مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ کم سے کم اجرت پر کام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ غربت، مہنگائی اور بیروزگاری میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

غیر رسمی شعبے میں اضافے کی ایک بڑی وجہ عالمی مالیاتی اداروں (آئی ایم ایف، ورلڈ بینک) کی محنت کش مخالف پالیسیاں بھی ہیں۔ گلوبلائزیشن کی پالیسیوں کے نتیجے میں نہ صرف غیر رسمی شعبے میں اضافہ ہوا بلکہ پوری دنیا میں سستی اور نظر نہ آنیوالی لیبر کا آغاز بھی ہوا۔ چونکہ غیر رسمی شعبے کا محنت کش عارضی بنیادوں پر کام کرتا ہے لہذا اسکی کہیں رجسٹریشن نہیں ہوتی، کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکے کام کی کوئی شناخت سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں غیر رسمی شعبے کے محنت کشوں کا شدید استحصال ہوتا ہے جبکہ اس میں ہوم بیسڈ ایسا شعبہ ہے جو بدترین استحصال کا شکار ہے۔ ہوم بیسڈ شعبے میں 70 فیصد سے زائد تعداد محنت کش عورتوں پر مشتمل ہے۔ یہ محنت کش عورتیں دن میں بیس بائیس گھنٹے تک نہایت کم اجرت اور نامساعد حالات میں کام کرنے پر مجبور ہیں۔ غیر منظم شعبے میں کام کرنے والی مزدور عورتیں انتہائی بدتر معاشی صورتحال سے دوچار ہیں جو رسمی شعبے کے محنت کشوں کی نسبت ہر طرح سے براہ راست یا بلا واسطہ زیادہ متاثر ہو رہی ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا میں 100 ملین سے زائد ہوم بیسڈ ورکرز ہیں۔ ان اعداد و شمار کے آدھے سے زیادہ جنوبی ایشیاء میں ہیں جن میں 80 فیصد عورتیں ہیں۔ قانونی تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مزدور عورتیں اپنے آپ کو مزدور سمجھتی ہی نہیں جبکہ ملکی معیشت میں ہوم بیسڈ مزدور عورت کا بھی اہم کردار ہے۔ البتہ غیر رسمی شعبے کی معیشت میں عورتوں کا حصہ زیادہ ہے۔ اگر دیکھا جائے تو عورتیں پوری دنیا کے کام کا 66 فیصد کرتی ہیں۔ اس طرح خوراک کا 50 فیصد پیدا کرتی ہیں جبکہ آمدنی کا صرف 10 فیصد کماتی ہیں۔ پاکستان میں 8 ملین عورتیں گھروں میں مختلف قسم کے کام سے منسلک ہیں۔ تقریباً ساڑھے چار ارب ڈالر کا کام مزدور عورتیں صرف گارمنٹس کے شعبے میں سرانجام دیتی ہیں۔

ہوم بیسڈ ورکرز کو یومیہ یا پیس ریٹ پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اوقات کار کا کوئی تعین نہیں ہوتا۔ مستقل بنیادوں پر کام حاصل نہیں ہوتا۔ ان کے پاس بنیادی تعلیم (وہ بھی نہیں ہوتی) اور کچھ ہنر ہوتا ہے جسے وہ استعمال کرتی ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس کے لئے کام کر رہی ہیں۔ ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کے کام کی قسمیں بہت وسیع ہیں۔ انہیں ٹھیکیدار، ذیلی ٹھیکیدار، ایجنٹ یا مڈل مین کے ذریعے روزگار حاصل ہوتا ہے۔

خصوصاً پاکستان میں عورتوں کے خلاف صنفی امتیاز کی وجہ سے مزدور عورتیں بہتر کام کے حصول، مہارتی تربیت، کام کے بہتر مواقع، طویل اوقات کار، مارکیٹ تک رسائی اور نقل و حرکت میں آزادی جیسے مسائل سے دوچار ہوتی ہیں۔ صرف یہی نہیں لیبر مارکیٹ کے اصولوں سے ناواقفیت اور معلومات میں کمی کی وجہ سے مڈل مین اور ٹھیکیدار یا سرمایہ دار کے ہاتھوں استحصال کے ساتھ جنسی و

جسمانی طور پر ہراساں بھی ہوتی ہیں۔ مردوں کے اس معاشرے میں عورتوں کیلئے ہر قدم پر ایک چیلنج موجود ہوتا ہے۔ مردوں کی نسبت اجرت میں بھی واضح فرق رکھا جاتا ہے جبکہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ مؤثر طریقے سے بہتر کارکردگی دے سکتی ہیں اور دے رہی ہیں۔ ہوم بیسڈ مزدور عورتیں صنعتوں، فیکٹریوں، مارکیٹوں، تاجروں اور عام کھپت کیلئے مختلف قسم کی محنت کرتی ہیں جبکہ انکی بہتری کیلئے ریاست اور ان سرمایہ داروں کی طرف سے کسی قسم کی سہولیات فراہم نہیں کی جا رہیں۔ یہ حقیقت واضح طور پر عیاں ہے کہ سرمایہ دار کے سرمائے میں دن دوگنا اور رات چوگنا اضافہ ہو رہا ہے جس سے غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔

عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) کی طرف سے عورتوں کے کام کو بہتر بنانے کیلئے بہت سے کنونشنز بنائے گئے جن میں زچگی کے دوران چھٹیاں، کام کے اوقات کار، برابر کام اور ایک جیسی تنخواہ کے مواقع وغیرہ شامل ہیں۔ 1996ء میں غیر رسمی شعبے پر کام کرنے والی تنظیموں کی کوششوں سے آئی ایل او کی جنرل کانفرنس نے ایک "ہوم ورک کنونشن سی 177" کو پاس کیا جس کے مطابق غیر رسمی شعبے میں کام کرنے والی محنت کش عورتیں اور مرد بھی سوشل سکیورٹی، گریجوایٹی، صحت کی سہولیات، اجرتوں میں اضافہ جیسی دیگر سہولیات کے حقدار ہیں۔ اس کنونشن میں ہوم بیسڈ ورکرز کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا جو ان کے لئے اجرت کے کم از کم معیار کو مقرر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کنونشن حکومتوں پر بھی زور دیتا ہے کہ وہ ان قوانین کو ملکی قوانین اور پالیسی کا حصہ بنائیں۔ یہ کنونشن اپنی سفارشات کے ساتھ ساتھ ایسی بہت سی شقیں رکھتا ہے جو نہ صرف قانونی تحفظ فراہم کر سکتی ہیں بلکہ لاکھوں غیر منظم شعبے سے تعلق رکھنے والے محنت کشوں کو منظم کرنے میں ایک نقطہ آغاز ثابت ہو سکتی ہیں۔ ہوم بیسڈ ورکرز سے متعلقہ کنونشن 177 کی اب تک صرف 6 ممالک نے تصدیق کی ہے جن میں پاکستان شامل نہیں ہے۔ لہٰذا موجودہ صورتحال اس بات کی نشاندہی کرتی ہے جسمیں محنت کش اپنے بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہے اور اسکے سب سے زیادہ منفی اثرات محنت کش عورتوں پر مرتب ہو رہے ہیں

پورے پاکستان کی ہوم بیسڈ مزدور عورتوں کی طرح راولپنڈی/اسلام آباد کی ہوم بیسڈ مزدور عورتوں کو بھی غربت مفلسی اور مہنگائی کے چھپلے عفریت کا سامنا ہے۔ راولپنڈی/اسلام آباد میں بھی ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ یہ مزدور عورتیں مختلف قسم کا کام کرتی ہیں جسمیں گول گپے بنانا، واشلیں بنانا، نوٹ بکس کے دستے سینا، سلائی، زردوزی، موتی تارے کا کام، کسٹرڈ انیل/کلف/املی/پاپڑ/سلائی مشین کے تیل کی پیکنگ، نوزائیدہ بچوں کے کپڑوں کی سلائی، استری کرنا، جوتوں پر نگ لگانا، جوتے سینا، گھر گھر جا کر صفائی، ستھرائی/برتن دھونا، رضائیوں کے غلاف بنانا، استری سے قمیض/دوپٹوں پر نگ لگانا، مردانہ قمیضوں پر بٹن لگانا، کھجوروں کی گٹھلیاں نکالنا، سنگتروں کے چھلکوں کو خشک کر کے کاٹنا، پائے صاف کرنا جیسے بیشمار کام شامل ہیں۔

ان کاموں کو انجام دینے کیلئے مزدور عورتوں کے اوقات کار کا تعین نہیں ہے۔ یہ اپنے گھر کے کام کو ختم کر کے اپنی محنت کو شروع کر دیتی ہیں اور صرف کھانا کھانے یا بچوں کی ضروریات کے پیش نظر وقفہ کرتی ہیں۔ اکثریتی مزدور عورتوں کا کہنا ہے کہ ان کے پاس مستقل بنیادوں پر کام نہیں ہے۔ اگر انہیں کسی کام کا آرڈر ملتا ہے تو ڈیڈ لائن کو پورا کرنے کیلئے 12 گھنٹے سے زیادہ بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی انہیں مدد کرتے ہیں تا کہ جلد از جلد آرڈر مکمل ہو اور رقم وصول کر سکیں۔ اگر آرڈر مقررہ مدت پر مکمل نہیں ہو پاتا تو دوبارہ ٹھیکیدار کام دینے سے منع کر دیتا ہے۔ چاہے یہ آرڈر دن رات لگا کر ہی پورا کرنا پڑے۔

بعض اوقات بالکل کام نہیں ہوتا جسکی صورت میں دیگر چھوٹے چھوٹے کام لیکر یومیہ بنیادوں پر کرتی ہیں۔ یعنی یہ عورتیں صرف ایک قسم کا کام نہیں بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے انہیں مختلف کام کرنے پڑتے ہیں۔ کچھ کام ایسے ہیں جو صرف موسمی بنیادوں پر ہوتے ہیں یا موسم کے بدلنے کی وجہ سے کم یا زیادہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے گرمیوں میں گول گپوں کا کام زیادہ ہوتا ہے جبکہ سردیوں میں یہ نسبتاً کم ہو جاتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا۔ کم ہونے کی صورت میں ریٹ بھی کم ہو جاتا ہے۔ گول گپے بنانے والی مزدور عورتوں کے مطابق پچھلے کئی سالوں سے ان کے ریٹس میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا جبکہ مہنگائی تو ہر روز بڑھ رہی ہے۔ مارکیٹ میں مقابلہ کی فضاء کے مسلسل بڑھنے سے بھی انہیں مزید کم ریٹ پر کام کرنا پڑتا ہے۔ بڑھتی ہوئی بیروزگاری اور غربت کی وجہ سے ہر کوئی کم سے کم ریٹ پر کام کرنے کو تیار ہے جبکہ مارکیٹ کی طرف سے کام نہ ہونے کا پیغام بھی ان مزدور عورتوں کیلئے ناامیدی کا باعث بن جاتا ہے۔ ہر نیا دن ان کیلئے ایک نئی مشکل اور غیر یقینی کی صورتحال کیساتھ نمودار ہوتا ہے۔

ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کو گھر سے باہر جا کر اپنے لیے مارکیٹ سے کام حاصل کرنے کی اجازت بھی نہیں ملتی یا بہت مشکل سے ملتی ہے۔ اکثریت ایسی عورتوں کی ہے جنہیں ٹھیکیدار یا مڈل مین گھر آ کر کام دے جاتا ہے اور پھر وصول کرتا ہے۔ اس سے عورتیں مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ اور ریٹ میں سوداکاری کے قابل بھی نہیں ہو پاتیں اور جو ملتا ہے اسی پر اکتفا کرنا ہوتا ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ گھر کی بزرگ عورتیں یا مائیں جا کر کام لے آتی ہیں اور

بیٹیاں گھروں میں رہتے ہوئے کام کرتی ہیں۔ جو عورتیں باہر جاتی ہیں انہیں صنفی امتیاز کیساتھ ساتھ جنسی ہراسانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مزدور عورتیں اپنے کام سے مطمئن نہیں ہیں۔

گھر مزدور عورتیں صحت کی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ پورا دن کام کرنے سے کمر درد اور پٹھوں کی تکلیف تو عام ہے۔ کچھ کام ایسے ہیں جنکے کرنے سے ان کی نظر پر بھی برا اثر پڑتا ہے اور مسلسل سر درد کا شکار بھی ہوتی ہیں لیکن مناسب اور متوازن غذا کی عدم فراہمی اور میڈیکل کے اخراجات پورے کرنے کے قابل نہ ہونے سے ان تکالیف میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

راولپنڈی / اسلام آباد میں ہوم بیسڈ ویمن ورکرز انتہائی کم ریٹ پر کام کررہی ہیں جیسے گول گپے بنانے والی ایک کلو آٹے کے گول گپے 25-30 روپے میں بناتی ہیں جبکہ پورے دن میں 4-5 کلو آٹے کے گول گپے بن سکتے ہیں۔ ایک بنڈل میں 60 سے 100 تک کاپیاں (دستے) ہوسکتی ہیں اور ایک بنڈل کی مزدوری 30 روپے ملتی ہے جبکہ دن میں زیادہ سے زیادہ 4-5 بنڈل بنائے جاسکتے ہیں۔ قمیض دوپٹہ پر زردوزی کا کام ہو تو 300-500 روپے بمشکل مزدوری ملتی ہے جو 3 سے 4 دن میں مکمل ہوتا ہے۔ سٹالر پر استری سے نگ لگانے کے 25-30 جبکہ بڑی چادر کے 40-50 روپے ملتے ہیں جو دن میں ایک بن سکتی ہے۔ یونیفارم کی چھوٹی شلوار کی مزدوری 5 روپے اور بڑے سائز کے 10 روپے مزدوری جبکہ دن میں 6 سے 10 شلواریں بن سکتی ہیں۔ واشلیس بنانے کیلئے مٹریل اپنا لانا ہوتا ہے اسی طرح 300 پیکٹ بنانے کیلئے 500 لاگت ہو تو 600-650 میں بک جاتی ہیں۔ مختلف قسم کی پیکنگ میں ایک درجن پیکٹ کی مزدوری 1-2 روپے ملتی ہے جبکہ 12 درجن کا ایک کارٹن ہوتا ہے اور دن میں 10 سے زائد کارٹن بن سکتے ہیں۔ ایک قمیض پر 6 بٹن اور درجن قمیضوں پر بٹن لگانے کے 12 روپے مزدوری ملتی ہے جبکہ ایک گھنٹے میں 20 قمیضوں پر بٹن لگ سکتے ہیں۔ مالٹے کے چھلکے خرید کر انہیں خشک کر کے کاٹ کر 1 کلو چھلکے تقریباً 60 روپے میں بکتے ہیں۔ چائنا لہسن کے ایک کلو چھیلنے پر 20 روپے جبکہ دیسی لہسن 30 روپے فی کلو ملتا ہے۔ ایک درجن جوتوں پر اپر سینے کے 150 روپے ملتے ہیں لیکن یہ جوتوں کے سائز پر بھی منحصر ہے جس سے وقت کا تعین بھی ہوتا ہے۔

یہ کچھ کاموں کی مثالیں تھیں جن سے کم سے کم 50 اور زیادہ سے زیادہ 150 روپے اجرت یومیہ بنیادوں پر ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کماتی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے بھی کم اجرت پر کام کرتی ہیں۔ بعض اوقات نہایت کم اجرت پر کام کرنے سے نہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہیں لیکن اپنے حالات سے ستائی ہوئی یہ عورتیں دوبارہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کہ کچھ تو آئے تا کہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکیں۔ جب ان عورتوں کے خاوند بھائی بیٹا یا باپ بیروزگار ہوں تو ان کیلئے زندہ رہنے کے لوازمات کو پورا کرنا اور بھی دشوار ہو جاتا ہے

حتیٰ کہ بہت قلیل رقم کیلئے پورا دن انتھک محنت کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف یہی نہیں وہ نہایت آلودہ ماحول میں رہتی اور کام کرتی ہیں۔ بہت چھوٹے چھوٹے گھروں میں ایک ایک کمرے پر مشتمل خاندان بمشکل گزارہ کرتے ہیں۔ اسی ایک کمرے میں رہن سہن کیساتھ ساتھ وہ اپنی محنت مزدوری بھی کرتی ہیں۔ اس محنت میں انہیں بجلی، گیس اور جگہ کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے جسکے لئے انہیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔ بلز میں اضافے سے اوسط آمدنی میں مزید کمی ہو جاتی ہے بلکہ آمدنی سے زیادہ تو بل آجاتے ہیں۔ کچھ کام کھلے صحن یا کھلی جگہ پر کرنے ہوتے ہیں اور شدید گرمی میں کرنا اور بھی دشوار گزار ہو جاتا ہے۔ لوڈشیڈنگ نے تو ان کے مسائل کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ مختلف کیمیکلز کے استعمال اور آلودہ ماحول میں کام کرنے سے ان کی اور ان کے بچوں کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

نتیجتاً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کی کمی، موسمی کام، مارکیٹ تک رسائی اور اتار چڑھاؤ سے ناواقفیت، معلومات کی کمی، کم ریٹس، طویل اوقات کار، کام کے حصول میں بے قاعدگی، مہارتی تربیت کی کمی، لوڈشیڈنگ اور بلز میں اضافہ اور غیر رسمی شعبے میں تیزی سے اضافہ جیسے مسائل نے ان کی مشکلات کو ایسے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں انہیں اپنی بقا کے تمام راستے بند نظر آتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہوم بیسڈ محنت کشوں کو ایک نئے جذبے اور طریقہ کار کی ضرورت ہے۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے پاکستان بھر میں ہوم بیسڈ محنت کشوں کو منظم کرنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ پاکستان کی پہلی ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہوم بیسڈ خواتین محنت کش مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کیلئے انہیں ورکر تسلیم کرتے ہوئے ان کیلئے قانون سازی کی جائے، پالیسیز بنائی جائیں۔ انہیں بھی وہ مراعات اور سہولیات میسر آئیں جو رسمی اور منظم شعبے کے مزدور کو حاصل ہیں۔ یکم مئی جو کہ مزدوروں کا عالمی دن ہے کہ موقع پر وہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کے ہوم بیسڈ ویمن ورکرز کو روزگار کی فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے انہیں سماجی و معاشی تحفظ فراہم کیا جائے۔ یکم مئی تجدید عہد کا دن بھی ہے کہ یہ مزدور عورتیں گھروں میں خاموش بیٹھنے کی بجائے متحد و منظم ہو کر اپنے حقوق کی جدوجہد کو تیز کریں تا کہ اپنے حقوق کو حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔

☆☆☆

ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن گھر مزدوروں کے حقوق کی جدوجہد کو جاری رکھے گی اور اسے ایک تحریک بنائے گی

سندھ، پنجاب، پختون خواہ، سرائیکی وسیب اور بلوچستان سے آنے والی ہزاروں گھر مزدور خواتین رہنماؤں کا آرٹس کونسل میں ہونے والے ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کے پہلے سالانہ تاریخی کنونشن سے خطاب

رپورٹ: زہرا خان

کراچی آرٹس کونسل میں دنیا بھر میں گھر مزدور خواتین کی پہلی فیڈریشن کا اعزاز حاصل کرنے والی ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کے پہلے سالانہ تاریخی کنونشن کا انعقاد 11 اپریل کو کیا گیا۔ اس تاریخی کنونشن میں ملک بھر سے ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کی عہدیداران اور ورکرز کی کثیر تعداد کے علاوہ مختلف سماجی تنظیموں اور ٹریڈ یونینز کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ اس تاریخی کنونشن میں شرکت کے لیے انڈیا اور نیپال سے بھی ہوم بیسڈ مزدوروں اور ان کے ساتھ کام کرنے والی تنظیم اور ٹریڈ یونین کے مندوبین نے شرکت کی۔ بنگلہ دیش سے آنے والے مندوبین ویزوں میں تاخیر کی وجہ سے اس کنونشن میں شریک نہ ہو سکے۔ اس کنونشن میں صوبائی وزیر محنت جناب امیر نواب اور ترقی امور نسواں کی وزیر محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو نے بھی شرکت کی۔

کنونشن کے انعقاد سے پہلے ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کی جانب سے 8 اپریل کو کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کی گئی جس میں گھر مزدور محنت کش خواتین کے حوالے سے صورت حال پیش کی گئی۔ آئندہ کے پروگرام اور لائحہ عمل سے میڈیا کو آگاہ کیا گیا۔ کنونشن کی پریس کوریج کے لئے دعوت بھی دی گئی۔ ہوم بیسڈ محنت کش خواتین کے مسائل حل کرنے اور پورے پاکستان میں پھیلانے کے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن نے 10 اپریل کو اپنی انتظامی کمیٹی کی میٹنگ کی، جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے 36 ممبران نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں پاکستان میں ہوم بیسڈ مزدوروں کے حالات کار اور ان کو درپیش مسائل کے حوالے سے بات چیت کی گئی اور طے کیا گیا کہ گھر مزدور کے مسائل کے حل کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی اور فیڈریشن کو ایک تحریک بنایا جائے گا جو اپنے مطالبات کے لئے ہر سطح پر آواز بلند کرے گی۔ اس کے علاوہ فیڈریشن کے کام کو ملک کے دیگر علاقوں تک پھیلایا جائے گا اور فیڈریشن کی ممبر شپ میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس میٹنگ میں یہ بھی طے پایا کہ ملک کے باقی علاقوں جن میں کراچی، میرپور خاص، لاہور، ملتان اور مردان میں بھی گھر مزدور محنت کش خواتین کی یونین سازی کا آغاز کیا جائے گا۔ ایگزیکٹو کمیٹی کے اس اجلاس میں تمام ممبران نے ''ہوم بیسڈ ورکرز میمورنڈم'' کی منظوری دی جسے کنونشن میں پڑھا گیا اور کنونشن میں موجود تمام گھر مزدور خواتین نے ہاتھ اٹھا کر اس میمورنڈم کو منظور کیا جسے بعد میں منسٹر وومن ڈویلپمنٹ محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو اور منسٹر لیبر جناب امیر نواب کو پیش کیا گیا۔ اس میمورنڈم میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت فی الفور قومی پالیسی برائے ہوم بیسڈ ورکرز کا اعلان کرے، ہوم بیسڈ ورکرز کو قوانین میں ''ورکر'' تسلیم کر کے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے۔ انہیں اجتماعی سوداکاری کا حق دیا جائے، منظم شعبے کے مزدوروں کے لیے موجود سماجی تحفظ کے ریاستی اداروں سے ہوم بیسڈ ورکرز کو مستفید ہونے کا حق دیا جائے، حکومت پہل کرتے ہوئے بین الاقوامی ادارہ محنت کے ہوم ورک کنونشن 177 کی فی الفور توثیق کرے، ہوم بیسڈ ورکرز کے کام کو نمایاں کیا جائے اور ریاستی سروے اور شماریات میں ان کے کام کو بھی گنا جائے، ہوم بیسڈ ورکرز کو محنت کشوں سے متعلق قانون سازی کے عمل میں شامل کیا جائے اور ہوم بیسڈ ورکرز کو منظم کرنے کے عمل کے دوران شہید ہونے والے چار شہید محنت کش رہنماؤں کے اہل خانہ کے لیے امداد کا اعلان کیا جائے۔

ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کے پہلے سالانہ کنونشن میں زور دیا گیا کہ ملک میں موجود دو کروڑ ورکر وغیر رسمی شعبے سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کو قانوناً ورکر تسلیم کیا جائے اور قومی پالیسی برائے ہوم بیسڈ ورکرز کی حکومت جلد از جلد منظوری دے کر اس پر قانون سازی کرے۔ ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کے کنونشن کو تین

مختلف سیشنز میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے سیشن میں پاکستان کے مختلف علاقوں اور ساؤتھ ایشیا سے آئے ہوئے ساتھیوں نے اپنے تجربات بیان کئے اور ساتھ ہی فیڈریشن کی جنرل سیکرٹری زہرا خان نے فیڈریشن کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ دوسرے سیشن میں پاکستان اور ساؤتھ ایشیا میں گھر مزدوروں کی صورت حال اور ان پر کام کرنے والی تنظیموں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس سیشن کی صدارت منسٹر وومن ڈویلپمنٹ محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو اور منسٹر لیبر جناب امیر نواب نے کی۔ جس میں ہوم بیسڈ میمورنڈم بھی پیش کیا گیا۔ جب کہ تیسرے سیشن میں ٹریڈ یونینز، سماجی تنظیموں کے نمائندوں نے ہوم بیسڈ ایشوز اور اس کے حل پر بات چیت کی۔

پہلے سیشن میں گھر مزدور محنت کش خواتین نے اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے کہا کہ گھر پر مزدوری کرنے والی خواتین کے کام کے حالات نہایت ہی خراب ہیں۔ وہ سارا سارا دن کام کرتی ہے۔ اس کے باوجود اسے مناسب اجرت نہیں دی جاتی۔ مشکل اور سخت کام کرنے کے باوجود بھی ٹھیکیداران کی اجرت میں اضافہ نہیں کرتا۔ ہم دن میں صرف 20 سے 40 روپے تک کماتے ہیں۔ اس ایک دن کے کام کو مکمل کرنے کے لئے پورا خاندان مصروف عمل ہوتا ہے۔ تاکہ گھر کا چولہا جل سکے۔ جبکہ بجلی، جگہ، میٹریل سارا ہمارا استعمال ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کا فائدہ ٹھیکیدار اٹھاتا ہے۔ وہ اپنے منافع میں دن بدن اضافہ کرتا چلا جاتا ہے جب کہ مزدور کی نہ تو اجرت بڑھائی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی اور سہولیت (جس میں صحت اور تعلیم شامل ہیں) انہیں فراہم کیا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ گھر مزدور کو قانوناً مزدور ہی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم نے اپنے آپ کو منظم کیا اور اپنی فیڈریشن بنائی۔ حقوق کے حصول کے لئے ہمیں لڑنا ہوگا اور ہم اپنا حق لے کر رہیں گے۔ فیڈریشن کی پورے ملک میں کام اور کارکردگی کے حوالے سے ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی جس میں بتایا گیا کہ سندھ میں ٹوٹل فیڈریشن کی ممبر شپ 4000 سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب میں 500، بلوچستان میں 300 اور پختونخواہ میں 300 گھر مزدور محنت کش خواتین فیڈریشن کی ممبر ہیں اور طے پایا کہ ممبر شپ میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔ فیڈریشن کراچی، مورو، میر پور خاص، سانگھڑ، حیدر آباد، کوئٹہ، حب، پسنی، گوادر، لاہور، ملتان، مردان اور سوات میں خواتین کو منظم کرنے اور گھر مزدور محنت کش خواتین کو ان کے حقوق کی

آگاہی کے لئے اسٹڈی سرکلز، میٹنگز، ٹریننگز اور مشاورتی اجلاس منعقد کرواتا رہتا ہے جس کے نتیجے میں خواتین نے یونین میں اپنے آپ کو منظم کیا اور تین جگہوں میں اپنی یونین بھی رجسٹرڈ کروائی جس کی بنیاد پر 2009 میں ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کو NIRC سے رجسٹرڈ کروایا۔ اس وقت سے گھر مزدور خواتین کے حقوق کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اپنے کام کو تیزی سے آگے بھی بڑھا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ہوم بیسڈ کا ایجنڈا آئی آرائے پر مشاورتی میٹنگ کا بھی حصہ ہے۔ پہلے سیشن سے خطاب کرنے والوں میں زائدہ باجی، سائرہ فیروز اور یمنی یوسف (کراچی)، پروین اختر (لاہور)، زبیدہ اعوان (ملتان)، سحرش خان (مردان)، ساجدہ (سانگھڑ)، پروین نجی (کوئٹہ)،

عرفانہ عبدالجبار اور زرینہ (حیدرآباد)، فیڈریشن کی جنرل سیکرٹری زہرا خان شامل تھے۔ پہلے سیشن کی صدارت فیڈریشن کی صدر دلشاد سلطانہ نے کی۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض شہلا رضوان نے ادا کئے۔ اپسرا جو کہ ہوم نیٹ نیپال سے تھی نے بھی نیپال میں ہوم بیسڈ ورکرز کی صورت حال اور ان کے کام کے حوالے سے بات چیت کی۔

دوسرے سیشن سے مقررین نے ہوم بیسڈ ورکرز اور ساؤتھ ایشیا کے محنت کشوں کے بدترین حالات کار اور ان میں بڑھتی ہوئی معاشی و معاشرتی ابتری پر کڑی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ان کروڑوں گھر مزدوروں کی زندگیوں میں بہتری کے لیے سنجیدگی سے ٹھوس بنیادوں پر کوششوں کا آغاز کیا جائے۔ پیداواری عمل منظم شعبے سے غیر منظم شعبہ کی جانب منتقل ہو رہا ہے اور ہوم بیسڈ ورک اس کا ایک بھیانک اظہار ہے، کیونکہ صرف پاکستان میں اس شعبہ میں کام کرنے والے دو کروڑ سے زائد افراد اپنے آئینی اور قانونی حقوق سے صرف اس لیے محروم ہیں کہ موجودہ قوانین میں ان کا اظہار اور تحفظ ممکن نہیں۔ اسی قانونی پیچیدگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرمایہ دار، ٹھیکہ دار اور مارکیٹ پر قابض گروہ ہوم بیسڈ ورکرز کا استحصال کر کے دولت کا انبار لگا رہے ہیں۔ ہوم بیسڈ ومن ورکرز فیڈریشن کا قیام گھر مزدور خواتین کی عملی جدوجہد کا آغاز ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے ملکر ایک پالیسی ڈرافٹ کی ہے جو عالمی ادارہ محنت کے کنونشن 177 کے مطابق ہے۔

مقررین نے مزید کہا کہ پاکستان میں 84 فیصد سے زائد لوگ خط افلاس میں زندگی بسر کر رہے ہیں جن کی یومیہ آمدنی 2 ڈالر یعنی 150 روپے سے بھی کم ہے جبکہ پاکستان کی معیشت میں 32 بلین ڈالر سے زیادہ حصہ غیر رسمی شعبے کے مزدوروں کا ہے۔ اس کے باوجود وہ ورکر کہلانے کے حق دار نہیں ہیں۔ موجودہ حکومت جمہوری حکومت ہے جس نے کسی حد تک ٹریڈ یونینز کو بحال کیا اور اس سے بڑھ کر کے 18 ویں ترمیم کی۔ اس کے مطابق اب اختیارات صوبوں کو منتقل ہو چکے ہیں اور ہر صوبہ مزدوروں کے حوالے سے قانون سازی کر سکتا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت گھر مزدور کو تسلیم کرے اور ان پر نئی قانون سازی کرے۔ ملک میں 73 مزدوروں کے حوالے سے قوانین موجود ہیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی گھر مزدور کے حوالے سے نہیں ہے۔ کنونشن میں اس بات پر زور دیا گیا کہ موجودہ سو سالہ پرانی مزدور، آجر اور کام کی جگہ کی تعریف کو تبدیل کیا جائے جس کے باعث کروڑوں غیر رسمی شعبے کے مزدوروں کو شناخت مل پائے گی۔ انسان شماری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ اس میں گھر مزدور کے کام کے حوالے سے کالم کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے پیچھے سماجی تنظیموں کی ایک جدوجہد ہے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ اگر عورتیں گنی جائیں تو ان کے کام بھی گنے جائیں جو کہ ہم سب کی ایک بڑی کامیابی ہے۔ مقررین نے ایک مضبوط اور منظم تحریک کی ضرورت کو اہم قرار دیا اور کہا کہ پاکستان میں اس وقت تک تبدیلی نہیں آسکتی جب تک مرد و خواتین ملکر جدوجہد نہ کریں۔ پاکستان میں عورتوں کی جدوجہد کو کسی طور بھی روکا نہیں جا سکتا۔ یہ ہوم بیسڈ ومن ورکرز فیڈریشن کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ ہوم بیسڈ کی تنظیم عنقریب پاکستان کی مزدور تحریک کا بھرپور حصہ بنے گی۔

ہوم بیسڈ ورکرز کے نمائندہ کنونشن کی جانب سے منظور کردہ "ہوم بیسڈ ورکرز میمورنڈم" بھی صوبائی وزراء کو پیش کیا گیا جس کے ذریعے وزراء کرام کے توسط سے وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ ☆حکومت فی الفور قومی پالیسی برائے ہوم بیسڈ ورکرز کا اعلان کرے☆ہوم بیسڈ ورکرز کو قوانین میں "ورکر" تسلیم کر کے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے اور انہیں بھی اجتماعی سوداکاری کا حق دیا جائے☆منظم شعبے کے مزدوروں کے لیے موجود سماجی تحفظ کے ریاستی اداروں سے ہوم بیسڈ ورکرز کو مستفید ہونے کا حق دیا جائے☆حکومت پہل کرتے ہوئے بین الاقوامی ادارہ محنت کے ہوم ورک کنونشن 177 کی فی الفور توثیق کرے☆ہوم بیسڈ ورکرز کے کام کو نمایاں کیا جائے اور ریاستی سروے اور شماریات میں ان کے کام کو بھی گنا جائے☆ہوم بیسڈ ورکرز کو محنت کشوں سے متعلق قانون سازی کے عمل میں شامل کیا جائے☆ہوم بیسڈ ورکرز کو منظم کرنے کے عمل کے دوران شہید ہونے والے چار شہید محنت کش رہنماؤں کے اہل خانہ کے لیے امداد کا اعلان کیا جائے۔ ☆☆☆

تبدیلی کا راستہ، مسلسل منظّم مزاحمت

ناصر منصور

آج دنیا بھر میں 125واں یوم شہداء شکاگو منایا جارہا ہے۔ محنت کشوں کی تحریک میں یکم مئی 1886ء کو ''ہے مارکیٹ شکاگو'' میں بلند ہونے والے مزاحمت کے علم نے انسانی تاریخ میں ایک ایسا باب رقم کیا جس نے محنت کشوں کے لئے نئی راہیں متعین کردیں۔ یوم مئی نے سرمایہ کی بالادستی پر عظمت کی تاریخی طبقاتی جنگ کو ایک نیا موڑ دیا۔ پچھلے 125 برسوں کی تاریخ دنیا بھر میں محنت کشوں کی لازوال قربانیوں اور فتوحات سے بھری پڑی ہے مگر اس کے باوجود سرمایہ داری نظام کے بحران نے محنت کش طبقے کو غربت، افلاس، بیماری، بے روزگاری، جنگ وخون اور ناانصافی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ جن حالات کے خلاف یکم مئی کے شہداء نے خون سے پرچم سرخ کیا تھا وہ آج بھی پہلے سے بدتر کیفیت میں موجود ہیں۔

دنیا کی 27 ویں بڑی معیشت کی دعویدار پاکستانی ریاست پانچ کروڑ سے زائد افرادی قوت کو باعزت روزگار فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ 90ء کی دہائی سے جاری آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی پالیسیوں نے سرمایہ داروں کے لئے تو دولت کے انبار لگا دیے مگر اس پروگرام پر عملدرآمد کے نتیجے میں پاکستان کی 40 فیصد سے زائد آبادی غربت کی سطح سے انتہائی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور کردی گئی۔ مشرف کے آمرانہ نظام کے خلاف عوام کی جفاکش جدوجہد کے نتیجے میں موجودہ جمہوری حکومت کی بحالی نے بھی لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلیاں لانے کی بجائے مزید ابتری پیدا کی۔ غیر ملکی مالیاتی اداروں کی ایما پر جاری پالیسیوں کی وجہ سے اشیاء خوردونوش، تعلیم، صحت، ٹرانسپورٹ اور ایندھن جیسی بنیادی انسانی ضروریات سے ریاستی سبسڈی ختم کر کے عوام کی قوت خرید کو مکمل طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ عام مزدور کی حقیقی تنخواہوں میں اضافے کی بجائے 100 فیصد سے زائد کمی واقع ہو چکی ہے۔ پاکستان میں ان معاشی پالیسیوں کی وجہ سے افراط زر 26 فیصد تک پہنچ چکا ہے جس کے نتیجے میں پورے معاشرے میں معاشی، سیاسی اور معاشرتی بحران شدید سے شدید تر ہوتا جارہا ہے۔

ورلڈ بینک کے مطابق پاکستان غیر ملکی کمپنیوں کو منافع کمانے کا کھلا موقع فراہم کرنے والا خطے کا سب سے بہتر ملک ہے۔ اس کا شمار سرمایہ داروں کو منافع کمانے کی کھلی چھوٹ دینے والے 181 ممالک میں 85واں نمبر ہے۔ پاکستان میں جاری معاشی پالیسیاں مثلاً غیر ملکی سرمایہ کاری کو دس سالہ ٹیکس، چھوٹ اور زیرو ڈیوٹی جیسی سہولیات نے اس ملک کو عالمی ساہوکاروں کیلئے جنت بنادیا اور مقامی صنعت کو مکمل طور پر تباہ کر کے رکھ دیا جس کے نتیجے میں بیروزگاری کی شرح خطہ میں سب سے زیادہ یعنی 25 فیصد سے زائد ہے۔

ان حالات میں الطاف حسین اور شہباز شریف جیسے سرمایہ دار سیاست دان بھی انقلاب انقلاب کا جھوٹا مگر پُرفریب نعرہ لگا رہے ہیں۔ کارل مارکس کا فرانس کی خانہ جنگی پر لکھا گیا ایک اقتباس ان جیسے نام نہاد انقلابیوں کو ننگا کرتا ہے۔

''جمہوریت کی اس پُرانتشار حاکمیت کے کھیل میں جبر کی مختلف شکلیں مجتمع ہوگئی ہیں۔ حکمران طبقات کے مختلف گروہ استحصال کی ان اقسام کو بیدردی سے استعمال کرتے ہوئے اپنی غداریوں کا بدمست جشن منا رہے ہیں۔ ایک بیہودہ دیدہ دلیری کے ساتھ وہ اپنے ماضی کے پیشوں اور کرداروں کے منکر ہو کر تمام نام نہاد اصولوں کو پیروں تلے روندتے ہوئے انقلاب کا نام لے کر انقلاب کو گالی دے رہے ہیں۔ ایسی حاکمیت کا کھیل انہیں عوام کے خلاف اپنی مشترکہ جارحیت اور ظلم کی گنجائش فراہم کرتا ہے۔ گویا اقتدار انتہائی سفاک ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ طبقاتی حکمرانی کی بدترین، غلیظ، خوفناک اور نفرت انگیز شکل''۔

پاکستانی ریاست کا دعویٰ ہے کہ اس نے پچھلے چار برسوں میں غربت کے خاتمے کے لئے 16.7 ارب ڈالر خرچ کئے۔ بینظیر انکم سپورٹ کارڈ اور ان جیسی دیگر پالیسیاں غربت کے خاتمے کے نام پر دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ مگر اس کے اثرات معاشرے میں کہیں بھی

نظر نہیں آرہے ہیں بلکہ غریبوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ آج پاکستان کی نصف سے زائد آبادی ان پڑھ ہے جبکہ آبادی کا بڑا حصہ پینے کے صاف پانی اور رہائش کی سہولت سے محروم ہے۔ بڑھتی ہوئی بے روزگاری، بے لگام افراط زر میں حقیقی کمی کے رجحان نے کروڑوں عورتوں کو محنت کی منڈی میں کم اجرتی مزدور کے روپ میں لا کھڑا کیا ہے، تاکہ وہ اپنے خاندانوں کو مزید فاقہ کشی سے بچاسکیں۔

غیر منظم شعبے میں اس وقت پونے دو کروڑ سے زائد عورتیں پیداواری عمل میں حصہ لے رہی ہیں مگر وہ اپنے قانونی حق سے محروم ہیں۔ اسی قسم کے حالات کا شکار ایک کروڑ بیس لاکھ گھر مزدور عورتیں اور زراعت سے وابستہ کروڑوں زرعی مزدور زندگی کی گاڑی کھینچ رہے ہیں۔

منظم صنعتی اداروں میں بھی صورتحال نہایت مخدوش ہے۔ غیر منظم شعبے میں کوئی قانون لاگو ہی نہیں ہوتا مگر منظم شعبہ میں صرف 4 فیصد مزدوروں کے پاس تقرر نامہ اور یونین سازی کا حق ہے جبکہ 94 فیصد سے زائد منظم شعبہ کے محنت کشوں کے پاس کوئی تقرر نامہ نہیں کہ وہ لیبر عدالت یا سماجی تحفظ کے ادارے میں خود کو مزدور ثابت کر کے اپنا قانونی حق حاصل کرسکیں۔ تقریباً 3 کروڑ سے زائد مزدور ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ (EOBI) سے محروم ہیں۔ قانون کی کتابوں میں درج مزدور حقوق پر عمل درآمد نہ ہونے کے برابر ہے اور اس مجرمانہ عمل میں لیبر ڈیپارٹمنٹ اور مالکان برابر کے شریک ہیں۔ اگرچہ پاکستان اب تک بین الاقوامی ادارہ محنت کے 34 کنونشنز کی توثیق کر چکا ہے مگر ان کی روشنی میں مزدوروں کے لئے کوئی مراعات عملاً موجود نہیں۔

18 ویں ترمیم کی منظوری کے بعد مزدوروں سے متعلق قانون سازی اور دیگر امور مرکز سے وفاقی اکائیوں کی دسترس میں آگئے ہیں مگر اس کے لئے محکمہ جاتی تیاری اور ان پر عمل درآمد کے راستے میں حائل دشواری کے حل کے لئے کوئی واضح لائحہ عمل نہ ہونے کی وجہ سے صنعتی اداروں اور مزدوروں میں عمومی بے چینی پائی جاتی ہے۔

> **" مزدوروں نے اپنی زنجیروں کے سوا کھونا ہی کیا ہے اور پانے کے لیے ساری کائنات ہے "**

موجودہ وفاقی حکومت نے اقتدار میں آتے ہی عوامی مینڈیٹ کے زعم میں محنت کش طبقے سے صدیوں کی جدوجہد سے حاصل شدہ مراعات بھی چھیننے کا آغاز کیا اور اس عمل میں صوبائی حکومتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ صنعتی و مالیاتی اداروں کی نج کاری کا معاملہ ہو یا کم از کم تنخواہ پر عمل درآمد، شپ یارڈ اور دیگر اداروں میں یونین سازی کے حق کو تسلیم کرنے کا معاملہ، کے ای ایس سی سے ہزاروں محنت کشوں کی جبری برطرفی، لیڈی ہیلتھ ورکرز کے مطالبات یا پی ٹی سی ایل کے محنت کشوں کی برطرفیاں: ہمیں ہر موڑ پر حکومت مزدور دشمن رویے کے ساتھ کھڑی نظر آئے گی۔

پنجاب حکومت جو قانون کی حکمرانی کی دعویدار ہے نے صوبے میں نافذ کئے جانے والے IRA-2011 میں پاکستان کے آئین کی بنیادی شقوں اور بین الاقوامی مروجہ مزدور قوانین کی دھجیاں بکھیر کر صنعتی اداروں میں لیبر انسپکشن کا خاتمہ اور 50 کی تعداد سے کم ملازمین پر مشتمل اداروں میں یونین سازی کے حق کا خاتمہ کردیا۔ یہ وہ اقدامات ہیں جو پنجاب کے حکمران سرمایہ دار شہزادوں کی مزدور دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عوامی مزاحمت کے نتیجے میں بحال ہونے والی موجودہ عدلیہ بھی طبقاتی لحاظ سے پاکستانی ریاست کے دیگر اداروں کی طرح اپنی سرشت میں مزدور طبقہ کی دشمن ثابت ہوئی۔ پی ٹی سی ایل، کے ای ایس سی میں مزدور دشمن اقدامات، نجی فیکٹریوں، کارخانوں اور اداروں میں مزدوروں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز سلوک پر عدالتوں کی ایک مجرمانہ خاموشی اس امر کی دلیل ہے کہ پاکستانی ریاست عالمی سامراج اور مالیاتی اداروں کی پروردہ ریاست ہے اور اسکے تمام ادارے بشمول فوج، عدلیہ، پولیس، میڈیا، پارلیمنٹ وغیرہ اس کے غیر جمہوری استحصال پر مبنی جوہر کو قائم رکھنے میں مددگار ہیں اور پاکستان میں موجود ذرائع پیداوار پر قابض طبقات کے مفادات کے حقیقی ترجمان ہیں۔

یہ سوال ہر محنت کش کے ذہن میں گردش کررہا ہے کہ کیا اس شدید ہوتے ہوئے بحران سے نکلنے کے راستے موجود ہیں؟ کیا کوئی ایسی قوت موجود ہے جو غربت افلاس بیماری، بے روزگاری کا خاتمہ کر سکے؟ کیا موجودہ معروف سیاسی گروہوں میں کوئی ایسا گروہ یا جماعت موجود ہے جو ناانصافی، ظلم اور جبر میں پھنسے عوام کو باہر نکال سکے؟ تو اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ موجودہ سیاسی قوتیں جن میں عمران خان سے لیکر الطاف حسین اور جماعت اسلامی سے نواز شریف تک شامل ہیں۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کے پروردہ اور اسکے نگہبان ہیں ان سے کوئی مثبت توقع کرنا حقائق کے منافی ہوگی۔ تمام تبدیلی کے یہ دعویدار اسی نظام کی پیداوار اور عوام کے نام پر لوٹ میں اپنا حصہ بٹورنے کے راستے تلاش کررہے ہیں، انہیں عوام کے مسائل اور ان کے حل میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ ان کے پاس تبدیلی کا کوئی ٹھوس پروگرام۔

مزدور تحریک مزاحمتی موڑ پر

موجودہ معاشی و سیاسی بحران میں سے نئے امکانات جنم لے رہے ہیں اور وہ تاریخی مواقع پیدا ہورہے

پاکستانی ریاست کا دعویٰ ہے کہ اس نے پچھلے چار برسوں میں غربت کے خاتمے کے لئے 16.7 ارب ڈالر خرچ کئے بینظیر انکم سپورٹ کارڈ اور ان جیسی دیگر پالیسیاں غربت کے خاتمے کے نام پر دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں مگر اس کے اثرات معاشرے میں کہیں بھی نظر نہیں آرہے ہیں بلکہ غریبوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے

ہیں جو سماج میں عوام دوست انقلابی تبدیلیوں کا باعث بن سکتے ہیں، ہم نے دیکھا ہے کہ فیصل آباد میں لاکھوں مزدوروں نے اپنی ہی قیادت میں مزاحمتی اور منظم انداز میں لڑ کر اپنے حقوق حاصل کئے، یہ ہمارے سامنے ہی ممکن ہوا کہ اوکاڑہ اور خانیوال کے لاکھوں نہتے کسانوں نے اپنے اجداد کی زمینوں کو فوج سے واگزار کروا کے کسان تحریک کو جلا بخشی، پی آئی اے کے محنت کشوں نے اپنی مزاحمت سے حکمرانوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ کے ای ایس سی کے ہزاروں محنت کشوں نے لسانی و نسلی لعنت سے آلودہ ماحول میں مزدور یک جہتی کے ذریعے غیر ملکی سوداگروں کو شکست دیکر اپنے ہزاروں ساتھیوں کو غیر مشروط طور پر بحال کرا دیا، پی ٹی سی ایل کے ملازمین کی جدوجہد نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے، قادر پور گیس فیلڈ کے محنت کشوں کے غصے اور قہر نے حکمرانوں کو مزید جگاری کرنے سے روک دیا۔ ملک بھر سے آئی ہوئی ہزاروں لیڈی ہیلتھ ورکرز نے چلچلاتی دھوپ میں اپنی ملازمتوں کو مستقل کرنے اور بہتر حالات کار منوانے کے لیے دھرنا، گرفتاریاں اور تشدد سہہ کر مزدور تحریک کے مزاحمتی موڑ کو انقلابی رخ دیا۔

آج پورے ملک میں محنت کش طبقے کی مختلف پرتوں سے بپھرے ہوئے مزدور سڑکوں کو اپنا مسکن اور مورچہ بنا رہے ہیں۔ یہی وہ نیا چلن ہے جو نئی انقلابی فضا کو جنم دے رہا ہے۔ جبر و ناانصافی کے خلاف جاری مزاحمتی طبقاتی تحریکیں اپنی مقداری صورت سے نہایت تیزی سے کیفیتی تبدیلی کی جانب بڑھ رہی ہیں اور حکمرانوں کو ان ہونے خوف میں مبتلا کر رہی ہیں۔ نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن اور لیبر پارٹی پاکستان محنت کشوں اور کسانوں کی اس عظیم جدوجہد میں بھرپور طاقت کیساتھ ان کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

عرب دنیا میں ہونے والی تبدیلیاں حکمرانوں کو مستقبل قریب میں یہاں بھی ہوتی نظر آرہی ہیں۔ یہ نہایت ہی خوش آئند تبدیلی ہے کہ پورے معاشرے میں جبر استبداد و ناانصافی کے خلاف جاری تحریکیں غیر محسوس طریقہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑتی چلی جارہی ہیں اور ہر تحریک دوسری تحریک سے تقویت لے رہی ہے اور تقویت دے رہی ہے۔ وہ وقت قریب ہے جب انہیں تحریکوں، احتجاجوں اور مزاحمتی چنگاریوں سے انقلابی شعلہ بھڑکے گا اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی نظام سرمایہ داری جاگیرداری کو اکھاڑ پھینکے گا اور سرمایہ داروں جاگیرداروں کے پشت پناہ سامراج اور سامراجی مالیاتی اداروں کی حاکمیت سے بھی نجات دلائے گا۔

محنت کش ساتھیو!

موجودہ نظام زر محنت کشوں کے لیے موت کا پیغام ہے اور اس جبر پر مبنی معاشی نظام کی موت میں ہی محنت کش طبقے کی حیات اور خوشحالی پنہاں ہے۔ جبر پر مبنی اس نظام کے خاتمے کے لیے ایک بڑی اور منظم و باشعور لڑاکا تنظیمی قوت کی ضرورت ہے۔ مزدور طبقے نے اپنے جنم سے تاریخی طور پر ثابت کیا ہے کہ وہ جبر و استحصال پر مبنی جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ نظام کا حقیقی گورکن ہے۔ وہ اپنے تاریخی کردار سے آشنا ہو رہا ہے اس لیے آج یہ تاریخی فریضہ آن پہنچا ہے کہ وہ گلتے سڑتے ہوئے نظام کو دفنانے کا اہتمام کرے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے طبقاتی اتحاد اور اپنے انقلابی فلسفہ سے لیس ہو کر ہر قسم کے نسلی، مذہبی اور علاقائی تعصبات سے بالاتر ہو کر مسلسل منظم مزاحمت کا راستہ اختیار کرے، جس میں حکمران طبقات اور ان کے طفیلیوں کی شکست یقینی بن جائے اور یہ کام صرف اور صرف انقلابی ڈسپلن والی تنظیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ آیئے جہاں پر ٹریڈ یونین نہیں، وہاں یونین سازی کریں اور جہاں یونین موجود ہے اسے مزاحمت کے منظم راستے پر گامزن کریں۔

''مزدوروں نے اپنی زنجیروں کے سوا کھونا ہی کیا ہے اور پانے کے لیے ساری کائنات ہے''۔

آج مزدور شہدا کا دن ہے جو ہم سے تقاضہ کرتا ہے کہ ہم سامراجیت، مذہبی انتہا پسندی، جاگیرداری، سرمایہ داری اور غیر جمہوری قوتوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے باشعور قافلے کا حصہ بنیں اور لوٹ کھسوٹ اور استحصال سے پاک سوشلسٹ معاشرے کے قیام کے لیے بوسیدہ نظام کے خاتمے کی جدوجہد تیز کریں۔

سرمایہ داری مردہ باد

جاگیر داری مردہ باد

سامراجیت مردہ باد

محنت کشوں کی انقلابی تحریک زندہ باد

سوشلسٹ انقلاب زندہ باد

☆☆☆

تحریر: پیٹر کروپاٹکن ترجمہ: مشتاق علی شان تیسرا حصہ

اُس وقت سائنس اور اس سے حاصل کی گئی قوت اور فوائد پر کسی فرد واحد کی بجائے عوام کا قبضہ ہوگا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ محنت کشوں کی محنت کا پھل فقط بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور سائنس کی ترقی کے لیے ہی خرچ ہوگا اور سائنس اپنی تیز رفتاری سے اتنی ترقی کرے گی کہ اُس کے مقابلے میں موجودہ وقت کی تمام کوششیں بچوں کے کھیل کی مانند معلوم ہونگی۔ تب ہی آپ کو سائنس کا حقیقی لطف حاصل ہوگا، کیونکہ اس وقت سکھ، چین، خوشحالی اور سکون صرف آپ کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اس میں عوام کا بے پناہ ہجوم بھی آپ کے ساتھ ہوگا۔

مشقت کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑا ہے۔ اگر چہ زمیندار نے اپنی زمین کی ترقی اور اسے بہتر بنانے کے لیے کسی بھی قسم کی کوئی کوشش نہیں کی ہے، تب بھی پچاس سال میں اس کی زمین کی قیمت پہلے کی بہ نسبت تین گنا بڑھی ہے۔ زمین کی قیمت یا ویلیو بڑھنے کا سبب ایک نئی ریلوے لائن کا بننا، کسی بڑی سڑک کا وہاں سے گزرنا، دلدل کو سکھا کر اس کو خشک اور کاشت کے قابل زمین میں تبدیل کرنا یا غیر آباد زمین کو نئے سرے سے آباد کرنا وغیرہ ہے۔ لیکن جو کسان اس ترقی کا اصل سبب ہے، اس کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا، اور وہ برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ اب وہ ساہوکاروں کے شکنجے میں گردن تک قرض میں ڈوبا ہوا ہے اور اس میں لگان دینے کی طاقت بھی نہیں رہی ہے۔ قانون ہمیشہ جائیداد کے مالکان اور رعب و دبدبے والوں کا ساتھ ہی دیتا

نوجوانوں کی سمت

لندن یا کسی دوسرے بڑے شہر میں ایک شخص بازار میں گھوم رہا ہے، تھوڑی دیر بعد وہ کسی قصائی کی دکان سے گوشت کا ایک پارچہ لیکر بھاگتے ہوئے پکڑا جاتا ہے۔ جب اس سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھا کاریگر ہے، لیکن بے روزگار ہونے کی وجہ سے چوری کرنے پر مجبور ہو گیا ہے

فرض کرتے ہیں کہ آپ نے قانون کا امتحان پاس کیا ہے اور اب آپ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے والے ہیں۔ لازم ہے کہ آپ کے من میں اپنے مستقبل کے حوالے سے مختلف قسم کے خیالات پیدا ہونگے۔ میں مانتا ہوں کہ آپ ایک اچھے اخلاق کے حامل شخص ہیں اور خدمت خلق کی اہمیت کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں۔ شاید آپ نے سوچا ہوگا کہ ''ساری زندگی بے انصافی اور استحصال کے مقابلے میں ہی صرف کریں گے اور عوام کے سامنے عدل اور انصاف کا عظیم آدرش پیش کرنے کی کوشش کریں گے، کیا کوئی دوسرا پیشہ اس سے زیادہ شرافت بھرا اور اعلیٰ ہوسکتا ہے؟'' اس طرح آپ خود اپنے ہی پسند کئے ہوئے پیشے میں یقین رکھتے ہوئے زندگی کے میدان میں قدم بڑھاتے ہیں۔ بہت خوب! اب ہم عدالتی رپورٹس اور فائلوں کے صفحات پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

عدالت میں ایک متمول زمیندار آتا ہے، وہ ایک جھونپڑی میں رہنے والے کسان کو لگان نہ دینے کے سبب زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ قانون کی نظر میں اس مقدمے میں کسی بھی قسم کا ابہام یا سقم نہیں ہے، کیونکہ غریب کسان لگان نہیں دے سکتا تو قانون کے اصول کے مطابق اسے زمین سے دستبردار ہو جانا چاہیے، لیکن جب ہم اس معاملے کی مزید گہرائی میں جانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ہمیں کچھ اور دکھائی دینے لگتا ہے۔ زمیندار ہمیشہ اپنی آمدنی کو ہر قسم کے عیش و آرام پر خرچ کرتا رہا ہے اور غریب کسان کو زندگی بھر سخت محنت و

ہے۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے، اور اس کے مطابق دیکھا جائے تو پھر زمیندار انصاف پر ہے! لیکن ایک بات اور ہے اور وہ یہ کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کے عدل و انصاف کا جذبہ ابھی قانونی قصوں اور بکھیڑوں میں بند ہو کر دم گھٹنے سے مر نہیں گیا ہے، تو مجھے بتائیں کہ آپ اس معاملے میں کیا کریں گے؟ کیا آپ یہ بات تسلیم کریں گے کہ اس کسان کو واقعی باہر نکال کر سڑک پر پھینک دینا چاہیے، کیونکہ یہ قانون کا تقاضہ ہے؟ یا آپ اس بات پر زور دیں گے کہ زمیندار کو اپنی وہ آمدنی جو اس کی تمام ضروریات پوری ہونے کے بعد بچ جاتی ہے، کسان کے حوالے کر دینی چاہیے۔ جو اسی کی محنت کا ثمر ہے۔ انصاف کا فیصلہ تو یہی ہونا چاہیے۔ آپ کس کا ساتھ دو گے؟ قانون کا؟ جو دراصل انصاف کا تقاضہ ہے، یا انصاف کا، جو موجودہ انصاف کے خلاف ہے؟۔

یا اگر کسی کارخانے کے مالک کے خلاف مزدوروں نے بغیر کوئی نوٹس دیئے ہڑتال کر دی یا کام کرنے سے انکار کر دیا ہے، تو پھر مجھے بتائیں کہ آپ کس کا ساتھ دیں گے؟ ظاہر ہے کہ آپ قانون کا ساتھ دیں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کارخانے کے مالک کی پشت پناہی کریں گے، جس نے کسی بحران کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت زیادہ منافع کمایا ہے۔ یا آپ قانون کے خلاف عمل پیرا ہوتے ہوئے ان مزدوروں کا ساتھ دیں گے، جن کو کبھی بھی یومیہ مناسب اجرت نہیں دی گئی اور جن کی بیویاں اور بچے کارخانہ داروں کی

آنکھوں کے سامنے بھوک وافلاس کی وجہ سے سسک سسک کر جان دے چکے ہیں؟ کیا آپ جعلسازی سے بھرپور ان قوائد وقوانین کا ساتھ دیں گے، جو ضمیر کی آزادی کا خاتمہ کرتے ہیں اوران دو فریقوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کا سہارا لیتے ہیں، یا پھر آپ حق و صداقت اور عدل وانصاف کی حمایت کریں گے، جس سے آپ پر منکشف ہوگا کہ ایسا معاہدہ جو ایک خوب پیٹ بھرے اور ایک ایسے شخص کے درمیان ہوا ہے جسے اپنی زندگی بچانے کے لیے رات دن محنت کرنی پڑتی ہے، یا یہ ایک طاقتور اور کمزور کے درمیان ہوا ہے تو اسے معاہدہ کہا ہی نہیں جاسکتا۔

آئیں ایک اور مقدمہ دیکھتے ہیں۔ لندن یا کسی دوسرے بڑے شہر میں ایک شخص بازار میں گھوم رہا ہے، تھوڑی دیر بعد وہ کسی قصائی کی دکان سے گوشت کا ایک پارچہ لیکر بھاگتے ہوئے پکڑا جاتا ہے۔ جب اس سے پوچھ گچھ کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھا کاریگر ہے، لیکن بے روزگار ہونے کی وجہ سے چوری کرنے پر مجبور ہوگیا ہے۔ چار دن سے اس کو اس کے بیوی بچوں کو روٹی کا ایک لقمہ بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ قصائی سے گزارش کی گئی کہ اس غریب پر رحم کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا جائے، لیکن قصائی اس سے انکار کرتے ہوئے انصاف کی دھائی دینا شروع کر دیتا ہے اور اس شخص کے خلاف مقدمہ درج کراتا ہے عدالت اس شخص کو چھ ماہ کی سزا سناتے ہوئے جیل بھیج دیتی ہے، کیونکہ قانون بنانے والے اندھوں نے ایسے ہی فیصلے لکھے ہیں۔

کیا اس وقت آپ کے من میں اس سماج کے خلاف نفرت پیدا نہیں ہوتی اور آپ کا ضمیر اس معاشرے کے خلاف بغاوت نہیں کرتا، جب آپ روزانہ ایسے متعدد فیصلے اپنے کانوں سے سنتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں ؟

یا آپ ایسے شخص کے خلاف قانونی کارروائی کو جائز سمجھتے ہیں، جس کی پرورش اور تربیت ہی غلط انداز سے ہوئی ہے اور جسے بچپن سے ہی غلط اور بُرے کام کرنے کی عادت ہے؟ جس نے اپنی ساری زندگی میں کبھی ہمدردی کے دو بول نہیں سُنے ہیں اور آخر ایک دن اس نے صرف چند روپوں کے لالچ میں آکر اپنے پڑوسی کا خون کر دیا ہے۔ کیا آپ چاہیں گے کہ اسے پھانسی کی سزا دی جائے یا اس سے بھی بڑھکر اسے عمر قید کی سزا دی جائے؟ کیونکہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ ایک مجرم نہیں بلکہ دیوانہ شخص ہے اور اس کے جرم کی ذمہ داری ہر حال میں ہمارے پورے سماج پر عائد ہوتی ہے۔

کیا آپ یہ دعویٰ کریں گے کہ کپڑا بُننے والے ان مزدوروں کو قید خانے میں ڈال دیا جائے، جو انتہائی تنگ دستی اور مایوسی کے عالم میں فیکٹری کو آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں؟ یا وہ شخص جو ایک جابر وظالم بادشاہ کے بے پناہ مظالم کی وجہ سے اس پر گولی چلا دے، اسے عمر قید کی سزا دی جائے؟ یا وہ باغی جو مورچے میں بیٹھ کر اپنے وطن کی آزادی کا پرچم بلند کرتے ہیں انہیں گولی سے اڑا دینا چاہیے؟ نہیں! ہزار بار نہیں!

جب آپ ان باتوں کو دہرانے کی بجائے جو آپ کو اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی گئی ہیں، اپنی عقل سے کام لیں گے، جب آپ موجودہ قانون کا اچھی طرح تجزیہ کریں گے اور اس دھوکے بازی سے بھرے ہوئے قصے کہانیوں کو الگ پھینک دینے کی کوشش کریں گے جو قانون کی اصلیت کو ڈھانپنے کے لیے گھڑی گئی ہیں، تب آپ کو معلوم ہوگا کہ قانون کی اصلیت یہ ہے کہ طاقتوروں کے تسلیم شدہ حقوق کی تائید کی جائے۔ اس قانون کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام مظالم اور جبر وتعدی کو انصاف پر مبنی اور درست ثابت کیا جائے جو صدیوں سے لیکر آج تک طاقتوروں نے کمزوروں کے اوپر روا رکھے ہیں۔ جب آپ قانون کے ان بیان کیے گئے حقائق سے اچھی طرح واقف ہونے کی کوشش کریں گے، تو پھر مجھے صد فیصد یقین ہے کہ ایسے قانون کے لیے آپ کے دل میں نفرت پیدا ہوگی اور آپ سمجھ جائیں گے کہ کتابوں میں لکھے ہوئے قانون کا خادم بن جانے کے بعد آپ کو روزانہ بڑی حد تک اپنے ضمیر کے قانون کے خلاف عمل کرنا پڑے گا، لیکن اس قسم کی بے انصافی ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ آخر ایک دن آپ کو یا تو اپنے ضمیر کی آواز کو دبا کر مکمل دھوکے باز اور مکار بننا پڑے گا، یا پھر آپ کو لکیر کا فقیر بننے سے صاف طور پر انکار کرنا پڑے گا اور ہر قسم کی اقتصادی، سماجی اور سیاسی ناانصافی کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ملکر کام کرنا پڑے گا۔ لیکن اس وقت آپ سوشلسٹ کہلائیں گے اور آپ کا شمار انقلابی لوگوں میں ہوگا۔

آپ ایک نوجوان انجینئر ہیں اور صنعتی وفنی کاموں میں سائنس کے نت نئے طریقے اختیار کر کے ہنرمندوں اور محنت کشوں کی حالت کو بہتر بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ابھی آپ کو مایوسیوں اور صدمات سے گزرنا ہوگا، لیکن وہ دن دور نہیں ہے جب آپ کا یہ بھرم ٹوٹ جائے گا۔ آپ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک نئی ریلوے لائن تیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو نہایت بلند وبالا مقامات سے گزرتے ہوئے اور اونچے اونچے پہاڑوں کا سینہ چیرتے ہوئے دو ایسے الگ الگ ممالک کو آپس میں ملاتی ہے جنہیں قدرت نے اس سے قبل ایک دوسرے سے جدا کر رکھا تھا۔ لیکن جب کام شروع ہوتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ ایک بڑی تعداد میں مزدور ان تاریک سرنگوں کے اندر ابھی بھوک و بیماری کی وجہ سے مر رہے ہیں اور دوسرے بہت سے مزدور چند سکے یا معمولی قیمت والے استعمال کے بیج وغیرہ لیکر گھر کی جانب لوٹ رہے ہیں۔

معمولی لالچ کی وجہ سے ریلوے لائن کی زمین کا ایک ایک حصہ انسانی لہو اور لاشوں کا نذرانہ دینے کے بعد تیار ہوتا ہے۔ مستقبل میں جب یہ ریلوے لائن تیار ہوتی ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کی تیار کردہ یہ لائن دوسرے ملک پر حملہ کرنے کے لیے توپوں، بموں اور فوج کی ترسیل کا ایک ذریعہ بن گئی ہے!

(جاری ہے)

☆☆☆

رپورٹ: جلوت علی

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی چوتھی کانگریس کا انعقاد کیا گیا

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی چوتھی کانگریس 4-5 فروری 2011ء کو لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانگریس میں ملک بھر سے محنت کشوں کی نمائندہ تنظیموں تحریکوں اور ٹریڈ یونینز نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ سویڈن سے آئے ہوئے مندوبین نے اس کانگرس میں خصوصی طور پر شرکت کی۔ کانگریس کے پہلے دن پاکستان کے معاشی اور سیاسی حالات، خواتین کارکنوں کو درپیش مسائل اور ٹریڈ یونین تحریک کی صورتحال اور اسے پیش آنے والے چیلنجز بارے اظہار خیال کیا گیا۔ ان موضوعات پر لیبر پارٹی پاکستان کے ترجمان فاروق طارق، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے شہناز اقبال اور نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے ڈپٹی سیکرٹری ناصر منصور نے اظہار خیال کیا۔ کانگریس میں فیصل آباد کے پاورلوم ورکرز کے حالات اور لیبر قومی موومنٹ کی جدوجہد پر بنائی جانے والی دستاویزی فلم بھی دکھائی گئی۔

کانگریس کے اگلے روز یعنی 5 فروری کو لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی دو سالہ کارکردگی کی رپورٹ ڈائریکٹر خالد محمود نے پیش کی۔ اس کے علاوہ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے بورڈ ممبران کے چناؤ کے لئے الیکشن کا انعقاد کیا گیا۔ قومی سطح کی جنرل باڈی کے 43 ممبران جن میں 11 خواتین شامل ہیں کا چناؤ کیا گیا اور جنرل باڈی کے ذریعے 11 رکنی بورڈ جس میں 3 خواتین شامل ہیں کا چناؤ کیا گیا یہ ممبران دو سال کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ: لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے عالمی سلور روز ایوارڈ جیت لیا)

1993ء میں بننے والی لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو یہ ایوارڈ ان کی پاکستان میں مزدور طبقے میں ہونے والی جدوجہد کی مدد، مزدور حقوق کیلئے آگہی پھیلانے اور امن و جمہوریت کے لئے مسلسل کام کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی اس ایوارڈ کیلئے نامزدگی اولف پالمے انٹرنیشنل سنٹر سویڈن نے کی تھی۔ ایوارڈ وصول کرتے وقت لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر خالد محمود نے اس ایوارڈ کو ان کی تنظیم کے کراچی آفس میں کام کرنے والے ان چار ساتھیوں کے نام کیا جو 2009ء میں بلوچستان میں ٹریڈ یونین کے اجلاس میں شرکت کے بعد کراچی واپس آتے ہوئے ٹریفک کے ایک حادثے میں شہید ہو گئے تھے۔ خالد محمود نے اس موقع پر یورپین پارلیمنٹرینز سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم مشکل ترین حالات میں کام کرتے رہے ہیں۔ ایک محنت کش تنظیم کے لئے یہ ایوارڈ پاکستان کے تمام عوام کیلئے ایک بڑا اعزاز ہے۔ پاکستان کے بارے میں یورپ میں پائے جانے والے منفی پراپیگنڈا کا یہ ایک موثر جواب ہے۔ ہم مزدور حقوق کیلئے کام کرتے رہیں گے۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن ہر ماہ ایک نیوز لیٹر لیبر ایجوکیشن بھی شائع کرتی ہے۔ لاہور، کراچی اور مردان میں اس کے دفاتر موجود ہیں۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن بورڈ کے صدر نیاز خان اور جنرل سیکرٹری معین نواز پنوں نے یورپ میں محنت کشوں کی تنظیم سالیڈار (Solidar) کا شکریہ ادا کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ عالمی ایوارڈ پاکستان کی ٹریڈ یونین تحریک لئے ایک زبردست اعزاز ہے اور لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے یہ ایوارڈ جیت کر ثابت کر دیا کہ مزدور حقوق کیلئے مسلسل اور مستقل مزاجی سے کام کرنے والی تنظیم کو عالمی سطح پر بھی تسلیم کر لیا گیا ہے۔

☆☆☆

پاکستان کا ایک نیا اعزاز

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے عالمی سلور روز ایوارڈ جیت لیا

ایوارڈ جیتنے والوں میں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے فرانسیسی وکیل بھی شامل ہیں

پاکستان نے ایک نیا عالمی اعزاز حاصل کیا ہے۔ محنت کشوں کی فلاح و بہبود اور ٹریڈ یونینوں کے ساتھ کام کرنے والی مزدور تنظیم لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے 2011ء کا ایک اہم عالمی ایوارڈ جیت لیا ہے۔ سلور روز ایوارڈ (Silver Rose Award) یورپ کی ایک تنظیم سالیڈار (Solidar) ہر سال بین الاقوامی سطح، یورپین سطح اور لائف ٹائم اچیومنٹ میں امن جمہوریت اور محنت کش طبقات کے حقوق کے تحفظ کیلئے کام کرنے والی تنظیموں اور شخصیات کو دیتی ہے۔ 2011ء کا یہ عالمی ایوارڈ اس سال ایک سخت مقابلے کے بعد بین الاقوامی سطح میں لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے جیت لیا۔ لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر خالد محمود نے یہ ایوارڈ یورپین پارلیمنٹ میں ہونے والی ایک تقریب میں وصول کیا۔ تقریب میں درجنوں ممبران یورپین پارلیمنٹ موجود تھے۔ اس سال لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ فرانس کے سابق وزیر انصاف رابرٹ بڈنٹر (Robert Badinter) نے جیتا۔ انہیں یہ ایوارڈ فرانس میں سزائے موت کو ختم کرانے میں اہم کردار ادا کرنے پر دیا گیا۔ رابرٹ بڈنٹر ان عالمی وکلاء کی ٹیم کے سربراہ تھے جنہوں نے پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی گرفتاری کے بعد ان کی قانونی مدد کی تھی اور پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ اس سال کا یورپین سطح کا ایوارڈ لٹویا کی ٹریڈ یونین آف ہیلتھ اور سوشل کیئر ایمپلائز نے جیتا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 15 پر)

لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا مقصد پاکستان کے محنت کش طبقہ کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ اپنے معاشی، سماجی و سیاسی حقوق کا تحفظ کر سکے۔ "لیبر ایجوکیشن" تنظیم کا ماہانہ نیوز لیٹر ہے۔